تفسیری دروس میں شیخ محمد مصطفیٰ المراغی کا منہج واسلوب: تحقیقی مطالعہ

عبدالحمید خان عباسی*

سمیع الحق**

شیخ محمد مصطفیٰ المراغی (م-۱۹۴۵ء)(۱) کا مختصر تعارف:

تفسیر المراغی کے مصنف شیخ محمد مصطفیٰ بن محمد عبدالمنعم المراغی ۱۸۸۱ء (۱۲۹۸ھ) میں مصر کے شہر مراغہ (۲) کے ایک علم دوست گھرانے میں پیدا ہوئے اور ۲۱ اگست ۱۹۴۵ء (۱۴رمضان ۱۳۲۴ھ) کو وفات پائی (۳)۔

تعلیم وتربیت:

شیخ محمد مراغی کے والد مصطفیٰ مراغہ کی شرعی عدالت کے قاضی تھے۔ان کا سارا خاندان قضاء کے پیشہ کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔شیخ مراغی اپنے والد کے علمی مقام ومرتبہ کی وجہ شیخ مراغی کو ہر لحاظ سے فائدہ پہنچا۔آپ کے والد محترم نے آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی اور تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے کیا۔انہیں تعلیم کے حصول کے لیے گاؤں (مراغہ) کے سکول میں داخل کر دیا گیا۔دس سال کی عمر میں انہوں نے قرآن مجید حفظ کرلیا۔پھرفن تلاوت سیکھنے کے لیے انہیں پڑوس کے گاؤں میں ایک شیخ کے پاس بھیج دیا گیا۔کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کی پھر قاہرہ چلے گئے اور جامعہ ازہر میں داخلہ لے لیا۔بارہ سال کی عمر میں انہوں نے جامعہ ازہر کے اساتذہ (مشائخ،شیوخ) سے بہت مشکل کتب کو پڑھنا شروع کیا۔شیخ مراغی نے جامعہ میں اعلیٰ ڈگری کے حصول کے لیے بارہ سالہ کورس کو دس سال میں مکمل کرلیا۔مضامین پران کی گرفت اور مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے کے انداز سے ان کی امتحانی کمیٹی بہت متاثر ہوئی۔اس کمیٹی کے چیئرمین امام محمد عبدہ تھے جن کے افکار ونظریات کا شیخ مراغی پر بہت گہرا اثر پڑ چکا تھا۔اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جس عرصہ میں شیخ مراغی نے جامعہ ازہر میں داخلہ لیا تھا اس عرصہ میں شیخ محمد عبدہ وہاں پڑھاتے تھے۔شیخ مراغی ان کے اسلوب وتدریس سے بہت متاثر ہوئے اور جامعہ ازہر اور اس کے باہر ان کے تمام لیکچروں میں شریک ہوئے۔شیخ محمد عبدہ کے یہ لیکچر اسلام بالخصوص علم بلاغت،تفسیر اور تاریخ اسلام وغیرہ پر ہوتے تھے (۴)۔

عملی زندگی کا آغاز:

شیخ محمد المراغی نے ۱۹۰۴ء میں سوڈان کے علاقہ دنگلہ (Dongola) کے قاضی مقرر ہوئے۔پھر ۱۹۰۶ء میں ان کا تبادلہ خرطوم ہوگیا جہاں وہ ملک میں عدلیہ کے دوسرے بڑے عہدہ پر فائز ہوگئے۔سوڈان کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) سے

*ایسوسی ایٹ پروفیسر،شعبہ قرآن وتفسیر،فیکلٹی آف عربک اینڈ اسلامک سٹڈیز،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد،پاکستان

**ایسوسی ایٹ پروفیسر،شعبہ تفسیر وعلوم القرآن،فیکلٹی آف اصول الدین،بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،اسلام آباد،پاکستان

بعض اختلافات کی بنا پر ۱۹۰۷ء میں مصر واپس چلے گئے اور اسی سال مصر کی وزارت اوقات کے انسپکٹر مقرر ہوئے اور جامعہ ازہر میں بھی پڑھانا شروع کر دیا۔ ۱۹۰۸ء میں سوڈان حکومت کی درخواست پر انہوں نے بعض شرائط کے ساتھ سوڈان کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا عہدہ قبول کرلیا اور ۱۹۱۹ء تک وہاں رہے اور عدلیہ میں کئی اصلاحات کہیں۔ پھر یہ مصر واپس آ گئے اور ۱۹۲۰ء میں شرعی عدالت کے جج بن گئے۔ ۱۹۲۱ء میں اعلیٰ شرعی عدالت (المحكمة العليا الشرعية) کے ممبر اور ۱۹۲۳ء میں اس کے چیف جسٹس مقرر ہوئے (۴ الف)۔

شیخ مراغی اور جامعہ ازہر:

شیخ محمد عبدہ کی طرح امام مراغی بھی جامعہ کی اصلاحی کمیٹی ''جنة اصلاح الأزهر'' کے ممبر تھے۔ اسی کمیٹی نے جامعہ ازہر کو تین فیکلٹیوں میں تقسیم کر دیا: فیکلٹی آف شریعہ، فیکلٹی آف اصول الدین اور فیکلٹی آف عربیک۔ شیخ مراغی جامعہ ازہر کے دو بار شیخ (Rector) مقرر ہوئے: ایک بار مئی ۱۹۲۸ء سے اکتوبر ۱۹۲۹ء تک اور دوسری بار اپریل ۱۹۳۵ء سے تاریخ وفات یعنی ۲۲ اگست ۱۹۴۵ء تک (۵)۔ ان کے دور میں جامعہ ازہر نے خوب ترقی کی۔ اس عظیم مرتبہ پر فائز ہو کر بھی شیخ مراغی کے مشن میں کوئی فرق نہ آیا اور انہوں نے دعوت و تبلیغ اور جدید خطوط پر اصلاح معاشرہ کا کام جاری رکھا۔ ہر طبقہ کے لوگ ان سے مستفید ہوئے (٦)۔

شیخ المراغی اور شیخ محمد عبدہ:

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ شیخ المراغی جامعہ ازہر میں طالب علمی کے زمانہ میں اپنے استاد شیخ محمد عبدہ کے طریقہ تدریس کو بہت پسند کرتے تھے۔ جامعہ میں اور جامعہ سے باہر ان کے لیکچروں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے تھے۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ شیخ المراغی ان کے مکتب فکر سے وابستہ ہو گے۔ اس مکتب فکر نے ان پر سب سے زیادہ گہرا اثر ڈالا اور انہوں نے ہی اس کا پرچار کیا اور اسے آگے بڑھایا، چنانچہ ڈاکٹر محمد حسین ذہبی لکھتے ہیں:

''سید رشید رضا کے مقابلہ میں امام المراغی محمد عبدہ کی صحبت میں کم مدت رہے اور کم استفادہ کیا۔ مگر اس کے باوجود ان (یعنی مراغی) پر شیخ عبدہ کی فکر کا بہت زیادہ اور گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے ہی اس فکر کی نمائندگی کرتے ہوئے اسے آگے بڑھایا اور شیخ عبدہ کے مقصد تجدید و اصلاح کو پورا کیا۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ شیخ المراغی بہت بڑے بڑے مذہبی عہدوں پر فائز رہے تھے۔ خود فن خطابت میں بہت ماہر تھے۔ مخاطبین اور سامعین کے دلوں اور ذہنوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا لیتے تھے۔ ان کی اس اہلیت کی وجہ سے ہر طبقہ اور ہر مکتب فکر کے افراد آپ کو بہت شوق سے سنتے تھے جیسے بادشاہ، وزراء، اساتذہ، شیوخ، طلبہ اور عام مزدور وغیرہ'' (۷)۔

یہ سب لوگ ایک طالب علم کی طرح آپ سے استفادہ کرتے۔ شیخ مراغی ان کے سامنے اپنے خیالات اور افکار

بیان کرتے اور وہ انہیں قبول کرتے اور جا کر دوسروں کے سامنے بیان کرتے۔اس طرح ان کی دعوت پھیلتی جاتی۔شیخ مراغی آخری کتاب ہدایت قرآن حکیم کی روشنی میں اصلاح معاشرہ چاہتے تھے۔اس لیے انہوں نے قرآن مجید ہی کو ذریعہ بنایا(۸)۔

شیخ مراغی کا علمی مقام ومرتبہ:

شیخ مراغی کے مقام ومرتبہ کو کئی طرح سے بیان کیا جاسکتا ہے جیسے بلحاظ مبلغ، بلحاظ اسلوب دعوت وتبلیغ، بلحاظ استاذ، بلحاظ مفکر اسلام، بلحاظ مناصب عالیہ (چیف جسٹس وشیخ الجامع) وغیرہ وغیرہ، مگر اختصار کے پیش نظر یہاں ان کی دین وادب سے متعلقہ کتب میں سے چند ایک کتب کے نام بیان کیے جاتے ہیں جن سے ان کی علمی مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

۱۔ الاولیاء و المحجورون: یہ ایک فقہی مقالہ ہے جو مکتبۃ الأزہر میں مخطوطہ کی صورت میں موجود ہے۔

۲۔ تفسیر جزء تبارک۔

۳۔ بحث فی وجوب ترجمۃ القرآن الکریم۔

۴۔ رسالۃ بعنوان: الزمالۃ الإنسانیۃ۔اسے انہوں نے لندن میں ادیان پر جو کانفرنس ہوئی تھی اس کے لیے لکھا تھا۔

۵۔ بحوث فی التشریح الإسلامی وأسانید قانون الزواج نمبر ۲۵، ۱۹۲۹ء۔

۶۔ مباحث لغویۃ بلاغیۃ۔

۷۔ دروس دینیۃ: امام مراغی نے قاہرہ اور اسکندریہ کی بڑی بڑی مساجد میں قرآن مجید کی بعض سورتوں اور آیات کی تفسیر کو بیان کیا جو ان کے دینی دروس (لیکچرز) کہلاتے ہیں۔ان دروس میں ملک (بادشاہ) فاروق ۱۳۵۶ھ سے ۱۳۶۴ھ تک حاضر ہوتے رہے۔بعد میں یہ دروس مستقل کتب کی صورت میں شائع ہوئے۔سورۃ لقمان، الحجرات، الحدید اور العصر پر مشتمل مجموعہ تفسیر "حدیث رمضان" کے نام سے شائع ہو چکا ہے(۹)۔

تفسیری ذخیرہ:

شیخ مراغی نے افراد کی اصلاح وتربیت کے لیے قرآن مجید کو ذریعہ بنایا اور اس کی تفسیر پر محاضرات (لیکچرز) دینے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ان لیکچروں کو سننے کے لیے ہر طبقہ اور ہر مکتب فکر کے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ان تفسیری دروس کو اسلامی ممالک میں شائع کیا گیا اور بعد میں طبع کر کے لوگوں میں بانٹ دیا گیا(۱۰)۔

تفسیری ذخیرہ کی مقدار:

شیخ مراغی کے محاضرات تفسیر پورے قرآن کی تفسیر پر نہیں بلکہ بعض آیات اور سورتوں کی تفسیر پر مشتمل ہیں۔ان کا یہ تفسیری ورثہ مقدار کے اعتبار سے اگرچہ بہت تھوڑا ہے مگر کیفیت، اثرات اور مقاصد کی تکمیل کے اعتبار سے بہت قدر وقیمت کا حامل ہے(۱۱) ذیل میں ان کے قرآنی دروس کی فہرست پیش کی جاتی ہے:

۱۔ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۷۷ پر انہوں نے رمضان ۱۳۵۶ھ میں اسکندریہ کی مسجد بوصیری میں لیکچر دیا۔

۲۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۸ پر انہوں نے قاہرہ کی مسجد حسین میں رمضان ۱۳۵۶ھ میں لیکچر دیا۔

۳۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت ۱۳ اور ۱۴ پر رمضان ۱۳۵۶ھ میں قاہرہ کی مسجد سلطان اَبی علاء میں درس دیا۔

۴۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۵۱ تا ۱۵۳ پر رمضان ۱۳۵۶ھ میں قاہرہ کی مسجد سلطان اَبی حنفی میں درس دیا۔

۵۔ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۶ کے متعلق مسجد سیدہ زینب قاہرہ میں رمضان ۱۳۵۶ھ میں درس دیا۔

۶۔ سورۃ الأنفال کی آیت نمبر ۲۴ تا ۲۹ کے متعلق مسجد بوصیری اسکندریہ میں رمضان ۱۳۵۶ھ میں درس دیا۔

۷۔ رمضان ۱۳۵۸ھ میں سورۃ الحجرات پر تین لیکچر دیئے۔

۸۔ رمضان ۱۳۵۹ھ اور ۱۳۶۰ھ میں سورۃ الحدید اور سورۃ لقمان کی تفسیر بیان کی۔

۹۔ رمضان ۱۳۶۱ھ میں سورۃ الأنعام کی آیت نمبر ۱۶۰ تا ۱۶۵ اور سورۃ الأعراف کی آیت نمبر ۱۹۹ تا ۲۰۶ کی تشریح کی۔

۱۰۔ رمضان ۱۳۶۱ میں سورۃ فصلت کی آیت نمبر ۳۰ تا ۳۴، رمضان ۱۳۶۲ھ میں سورۃ الأعراف کی آیت نمبر ۱ تا ۹ تک اور سورۃ ہود کی آیت نمبر ۱۱۲ تا ۱۲۳ تک، رمضان ۱۳۶۳ھ میں سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۸ تا ۵۹ تک، سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۱۷، سورۃ القصص کی آیت نمبر ۸۳ تا ۸۸ تک کی تفسیر بیان کی۔

۱۱۔ ۱۳۶۱ھ میں سورۃ العصر کی تفسیر بیان کی اور ۱۳۶۴ھ سورۃ الملک کی تفسیر بیان کی (۱۲)۔ بقول ڈاکٹر محمد حسین ذہبی یہ ان کا آخری درس تھا۔ اسی سال انہوں نے وفات بھی پائی (۱۳)۔

شیخ مراغی نے اپنے ان تفسیری لیکچروں کو ایسے انداز سے پیش کیا کہ لوگوں کی توجہ قرآن مجید کی طرف مڑ گئی اور انہوں نے اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس سے پہلے وہ قرآن کی ہدایات کو چھوڑ چکے تھے اور اس کے ارشادات پر عمل نہیں کرتے تھے۔

شیخ مراغی کے تفسیری لیکچروں کا اثر:

شیخ مراغی نے جب قرآن مجید کی آیات اور سورتوں پر دروس (لیکچروں) کا سلسلہ شروع کیا تو اس وقت لوگوں کی یہ حالت تھی کہ وہ قرآن مجید کو چھوڑ چکے تھے اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی نہیں گزار رہے تھے۔ شیخ مراغی نے اپنے تفسیری محاضرات میں بھی ایسی جاذبیت پیدا کی کہ لوگوں کا تعلق قرآن مجید سے پیدا ہونا شروع ہو گیا انہوں نے اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ ایک ایسی نیکی ہے جس کا آجر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پائیں گے (۱۴)۔

شیخ مراغی کے یہ تفسیری لیکچرز ریڈیو پر بھی نشر ہوتے تھے۔ وہ انہیں کو طبع نہیں کر سکے تھے مگر علامہ فرید وجدی اور محمود شلتوت نے انہیں طبع کرنے کا اہتمام کیا (۱۵)۔

جن آیات اور سورتوں پر تفسیری لیکچروں کے حوالے اوپر دیئے گئے ہیں ان کا جائزہ لینے سے عیاں ہوتا ہے کہ شیخ اکبر محمد

مصطفیٰ المراغی کا اسلوب ورجحان یہ تھا کہ وہ درج ذیل خصائص کی حامل آیات اور سورتوں کا انتخاب کرتے تھے:

۱۔ وہ آیات جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور عظمت پر دلالت کرتی ہوں (یا ان سے یہ صفتیں ظاہر ہوتی ہوں)۔

۲۔ وہ آیات جن سے انسان ہدایت، پندونصیحت اور عبرت حاصل کر سکے۔

۳۔ وہ آیات جن کا جدید علوم سے گہرا اور قریبی تعلق ہو۔اس نوعیت کی آیات کا انتخاب وہ اس لیے کرتے تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ قرآن مجید علم کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتا اور نہ ہی علم کے صحیح قوائد ونظریات سے ٹکراتا ہے۔شیخ مراغی کو اللہ تعالیٰ نے خاص صلاحیت سے نواز رکھا تھا جس کے ذریعہ سے وہ قرآن مجید اور جدید علمی مسائل (قوائد ونظریات) میں مطابقت (توفیق وتطبیق) پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے(۱۶)۔

تفسیری دروس کے مصادر:

قرآن مجید پر درس (لیکچر) دیتے وقت امام مراغی کا اسلوب یہ تھا کہ:

۱۔ وہ زیر بحث موضوع سے متعلقہ جملہ قرآنی آیات کو جمع کرتے تھے کیونکہ قرآن مجید میں ایک چیز ایک جگہ مجمل ومبہم (مختصر وغیر واضح) بیان ہوتی ہے تو دوسرے مقام پر وہی چیز تفصیل سے اور وضاحت کے ساتھ بیان ہوتی ہے۔

۲۔ وہ رسول ﷺ کی احادیث، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے اقوال کو تفسیر کرتے وقت استعمال کرتے تھے۔

۳۔ پھر وہ اسالیب لغت کو استعمال کرتے اور کائنات میں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کو بیان کرتے۔

۴۔ وہ قدیم مفسرین کی کتب کی طرف بھی رجوع کرتے تھے اور زیر بحث آیت کے بارے میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہوتا اس سے استفادہ کرتے تھے۔

۵۔ ان مصادر کے ساتھ ساتھ وہ اپنی عقل وفکر کو بھی استعمال کرتے تھے(۱۷)۔

قرآن مجید کی آیات وسورتوں کی تفسیر بیان کرتے وقت وہ ان تمام مصادر کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود غور وفکر کرتے تھے۔جو بات انہیں پسند آجاتی اسے اختیار کر لیتے اور جس سے وہ مطمئن نہ ہوتے اس سے اعراض کرتے۔(۱۸)

متقدمین کی تفسیری خدمات کا اعتراف:

شیخ محمد مصطفیٰ مراغی متقدمین کی تفسیروں کا مطالعہ کر کے لیکچر دیا کرتے تھے، اور ان کی خدمات کا اعتراف کرتے تھے، چنانچہ ڈاکٹر محمد حسین ذہبی لکھتے ہیں:

''استاذ مراغی کی متعلق نہ تو ہم نے یہ سنا کہ انہوں نے کتب تفسیر کا مطالعہ کیے بغیر (درس میں) قرآن مجید کی تفسیر کی ہو اور نہ ہی ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں نے قرآن مجید کی ایسی تفسیری کی ہے جس کا علم متقدمین مفسرین کو نہیں تھا۔ بلکہ ہم نے انہیں اس کے برعکس متقدمین کا اعتراف کرنے والا اور

ان کی تعریف وتوصیف کرنے والا پایا''(۱۹)۔

شیخ مراغی اپنی تفسیر کے متعلق کہا کرتے تھے کہ: ''یہ اقوال صرف ہمارے متقدمین اسلاف کے افادات اوران کی کوششوں کے نتائج وثمرات ہیں۔۔۔''(۲۰)۔

متقدمین پرتنقید کا اسلوب:

ڈاکٹر ذہبی لکھتے ہیں کہ: ''شیخ مراغیؒ نے دوسروں کی طرح سابق مفسرین پر آزادانہ تنقید نہیں کی ہے۔ اگرکہیں تنقید کی بھی ہےتو آداب کا خاص خیال رکھتے ہوئے ایسا انداز اختیار کیا ہے جس میں گستاخی کا کوئی پہلو موجود نہیں ہے۔اپنے اسلاف اورمتقدمین علماء کرام کے ساتھ ہر دور میں علماء کا یہی رویہ ہونا چاہیے''(۲۱)۔

مبہمات قرآن کی تفسیر میں شیخ مراغی کا اسلوب:

قرآن کی تفسیر کرنے میں شیخ مراغی نے اپنے استاذ امام محمد عبدہ کے رجحان واسلوب کو اختیار کیے رکھا۔یہ اس کا نتیجہ ہے کہ:

۱۔ مبہمات قرآن کو بیان کرنے میں انہوں نے تفصیل سے کام نہیں لیا ہے۔

۲۔ ان جزئیات کی تفصیل کو بیان نہیں کیا جن کے بیان کرنے میں قرآن مجید خاموش ہے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔

۳۔ موضوع اورضعیف نوعیت کی احادیث اوراسرائیلی روایات کو بیان نہیں کیا۔

یہی وجہ ہے کہ مجملات قرآن کو بیان کرنے میں شیخ مراغی نے ان تینوں سے اجتناب کیا ہے(۲۲)۔ذیل میں اس اسلوب کی توضیح وتائید کے لیے شیخ مراغی کی تفسیرات میں سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَسَارِعُوٓاْ إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾(۲۳)

''اپنے رب کی مغفرت اور جنت کو حاصل کرنے کی جلد کوشش کرو۔وہ جنت جس کی چوڑائی آسمانوں اورزمین کے برابر ہےاور جو پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

اس آیت کی تفسیر میں شیخ مراغی لکھتے ہیں:

''بظاہر یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جنت اس وقت پیدا کی جاچکی ہے کیونکہ فعل ماضی کے صیغہ سے یہ حقیقت عیاں ہورہی ہے کہ اس وقت تیار ہے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ماضی کا صیغہ بول کر مستقل کے معنی مراد لیے جائیں جیسے یہ آیت: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ﴾(۲۴)۔(اور

اس روز صور پھونکا جائے گا اور وہ سب مر کر گر جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں)۔

بظاہر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جہنم موجود نہیں ہے۔ اس معاملہ میں بحث و تحقیق کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر تحقیق شروع کر بھی دی جائے تو کچھ نہیں ہوگا'' (۲۵)۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (۲۶)۔ ''اے ایمان والو! روزے تم پر اس طرح فرض کیے گئے جیسے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم متقی بن جاؤ''

اس آیت کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں: ''ہمیں معلوم نہیں کہ سابقہ امتوں پر کتنے روزے فرض ہوئے تھے: کیا ماہ رمضان ان امتوں میں تھا بھی یا نہیں؛ اس بارے میں ہمیں کوئی اطمینان بخش دلیل نہیں ملتی۔ ﴿كَمَا كُتِبَ﴾ کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارے اور سابقہ امتوں کے روزے ایک ہی طرح کے ہیں۔ وہ اس لیے کہ تشبیہ میں مماثلت ہر لحاظ سے نہیں ہوتی۔ قرآن مجید سے ہمیں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ امتوں پر روزے فرض تھے۔ مگر ان کی نوعیت و کیفیت ہمیں نہیں بتائی گئی۔ سابق امتوں کے روزے کئی طرح کے ہیں، ایک طرح کے نہیں'' (۲۷)۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ وَمَن يَشْكُرْ ---﴾ (۲۸)۔ ''ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی کہ اللہ کا شکر گزار رہو۔ . . ''

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں شیخ مراغی لکھتے ہیں: لقمان کون تھے؟ اس کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے: کہا جاتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھے، وہ حبشی غلام تھے۔ وہ مصر کے سیاہ فام حبشی تھے۔ وہ یونانی الأصل تھے۔ وہ بڑھئی تھے۔ وہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ وہ نبی تھے۔ وہ ایک فلسفی اور حکیم تھے۔ ان سب اقوال کی کوئی سند نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صاحب حکمت کی صفت سے متصف کر دیا ہے تو اس سے ان کی شان بلند نہیں ہوتی کہ ان کا حسب نسب اچھا ہو اور اگر انہیں حبشی کہا جائے تو اس سے ان کی عظمت میں کمی نہیں آتی'' (۲۹)۔

الفاظ قرآن کی تشریح کا اسلوب:

امام مراغی بالعموم زیر درس آیت اور وارد بعض تشریح طلب الفاظ کی الگ توضیح کرتے ہیں اور بعض اوقات کسی لفظ کی مختلف قرأتوں کو بھی بیان کرتے ہیں اور نحوی ولغوی نکتے کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ پورا زور بیان آیت میں مذکور مرکزی موضوع پر صرف کر دیتے ہیں (۳۰)۔

متشابہات قرآن کے بارے میں موقف:

شیخ مراغی نے متشابہات قرآن کے ضمن میں اپنے استاد محمد عبدہ کی پیروی کی ہے۔ وہ قرآن کے مختصر اور اجمالی واقعات کی تفصیل میں جانے سے حتی الوسع گریز کرتے ہیں۔ ان کی جزئیات کی تفصیل کے لیے نہ ضعیف احادیث کا سہارا لیتے ہیں اور نہ اسرائیلی قصص وروایات کو بیان کرنا پسند کرتے ہیں۔ حروف مقطعات کی تفصیلی بحث میں نہیں جاتے۔ الم کی توضیح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''الف، لام، میم (الٓمٓ) اور اس جیسے دوسرے الفاظ حروف تہجی میں سے ہیں جن سے بعض سورتوں کا آغاز کیا گیا ہے اور ان پر سورتوں کو موسوم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کو دوسرے معانی پر محمول کرنا مناسب نہیں'' (۳۱)

محاسن اسلام ظاہر کرنے کا اسلوب:

شیخ محمد مصطفیٰ المراغی دین کے محاسن اور فضائل کو ظاہر کرنے کا خوب اہتمام کرتے ہیں تا کہ لوگوں کو اسلام سے دلچسپی پیدا ہو۔ اس میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ وہ اسلامی شریعت کے اسرار و بھید اور حکمتوں کو بکثرت بیان کرتے ہیں، مثلاً: روزے کے بارے میں سورۃ البقرۃ کی آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اس کی حکمت پر درج ذیل اسلوب میں روشنی ڈالتے ہیں:

''روزہ اسلام کے ان ارکان خمسہ میں سے ایک ہے جن پر عمارت اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ روزہ کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسانی جسم وروح اور اخلاق وعادات پاک ہو جاتے ہیں۔ جبکہ شہوتوں اور لذتوں سے انسان اللہ تعالیٰ کے کمالات اور اس کے فیوض و برکات کو حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ نفسانی خواہشات ولذات حصول فیض و برکت کی راہ میں پردے کا کام دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام کو جب اس کا احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے جارہے ہیں اور ان میں قرب الٰہی حاصل کرنے کی تڑپ وچاہت میں مسلسل کمی واقع ہو رہی ہے تو اس وقت وہ روزے رکھنا شروع کر دیتے ہیں'' (۳۲)۔

پھر لکھتے ہیں: ''انسانی نفس اصل میں لذتوں اور خواہشوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ان سے محرومی کی صورت میں اگر انسان صبر وتحمل سے کام لے تو اس سے اس کے عزم وارادہ کی تربیت ہوگی اور وہ اپنے عزم کی تکمیل کے لیے کوشاں رہے گا۔ روزہ رکھنے کی صورت میں انسان جو تکلیف برداشت کرتا ہے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً درپیش آنے والے مسائل (پرابلمز) ومصائب اور حادثات کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں خوشی کے دن بھی آتے ہیں اور غمی کے بھی۔ امیری وغیریبی، صحت و بیماری، عزت وذلت، سفر وحضر، دشمنوں پر غلبہ، مغلوبیت اور سکون و بے چینی وغیرہ۔ یہ سب چیزیں انسانی زندگی میں آتی جاتی رہتی ہیں۔ ایک ایسا انسان جو آرام وسکون کی زندگی گزار رہا ہو، اپنی مرضی سے سوتا اور جاگتا ہو اور چین وسکھ سے رہتا ہو۔ جب یہ مشکلوں اور مصیبتوں میں پڑتا ہے تو اس کے لیے ان کو برداشت کرنا

دشوار ہو جاتا ہے۔

ان تمام چیزوں کے پیش نظر اللہ تعالیٰ، جو کہ علیم وحکیم ہے، کی حکمت نے تقاضا کیا کہ عبادات میں سے ایک عبادت ایسی ہونی چاہیے جس سے جسمانی ریاضت ہو، اخلاق اچھے ہوں، روح کا تزکیہ ہو۔ ایسی عبادت صرف روزہ ہے۔

اسلام نے جس طرح ارواح کے تزکیہ اور اخلاق کے تہذیب کا اہتمام کیا اسی طرح اس نے انسان کی جسمانی تربیت کا بھی اہتمام کیا۔ اس لیے اسلام نے ان چیزوں کو حرام قرار دے دیا جو انسانی بدن کے لیے نقصان دہ تھیں اور جو اس کے لیے مفید اور نافع تھیں انہیں حلال اور پاکیزہ کر دیا۔ حقیقت میں اسلام مسلمان کو معاشرے کا اچھا رکن، عمدہ عادات کا مالک اور صحیح البدن دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ مسلمان موت سے خائف نہ ہو، قوم وملت اور اپنے کنبہ وبرادری کا دفاع کرنے والا ہو، وہ رحم دل، ملنسار اور خوش اخلاق ہو۔ وہ ایسا مسلمان ہو جسے دنیا کے کام کاج اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے نہ روک سکیں'' (۳۳)۔

معاشرتی مشکلات کے بیان اور ان کے حل کا اسلوب:

قرآن مجید کی آیات کی تفسیر بیان کرنے کے دوران شیخ المراغی کا اسلوب یہ ہے کہ وہ معاشرتی واجتماعی نوعیت کے مسائل وامراض اور ان کے اسباب کو بیان کر کے انہیں حل کرنے کے طریقے بتاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اسلامی حکومتوں کو کس طرح زوال آتا رہا۔ شیخ مراغی اصل میں معاشرتی برائیوں اور ان کے اسباب سے بخوبی آشنا تھے۔ ان کے مخاطبین وسامعین زیادہ تر سرکاری محکموں کے افسران ہوتے تھے۔ وہ انہیں بتاتے کہ جن جن عہدوں پر وہ فائز ہیں ان کے کیا کیا تقاضے ہیں؟ ان پر لوگوں کے کیا کیا حقوق ہیں؟ ماتحت اور زیر اثر افراد کی فلاح کس میں ہے۔ شیخ مراغی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنے اور وطن وامت کے لیے کرتے تھے۔ ذیل میں اس سلسلہ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا﴾ (۳۴)۔ ''تمہارے لیے وہی دین تجویز کیا جس کی نوح (علیہ السلام) کو وصیت کی تھی۔''

شیخ مراغی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی ان شریعتوں میں یہ حکمت ہے کہ انسان اگر اپنی عقل کو بنیاد بنائے اور شریعت سے رہنمائی حاصل نہ کرے تو وہ گمراہ ہو جائے گا اور اپنی زندگی کو ناپسند کرنے لگے گا۔ بلکہ وہ حیوانات سے بھی زیادہ بدبخت ہو جائے گا۔ اس بدبختی کا سبب اس کی اپنی عقل ہوگی۔ تجربوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس عقل کی تائید اللہ تعالیٰ کی شریعت سے نہ ہوئی ہو وہ ہر طرف حیران وپریشان پھرتی ہے۔ وہ اچھے رستے پر بھی چل سکتی ہے اور برے پر

بھی...... معاشرتی واجتماعی مسائل ومشکلات کا جو حل قدیم وجدید علماء اجتماع (Socialogists) نے پیش کیا ہے اس سے لوگوں کو فلاح وسعادت حاصل نہیں ہو سکی۔

تجربات کی روشنی میں یہ حقیقت عیاں ہو چکی ہے کہ جن قوموں نے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہدایت پر عمل کیا انہیں اس عمل کی مقدار کے مطابق فلاح وسعادت ملی۔ دنیا کی زندگی کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ مختصر ہے مگر اس میں حوادث و مصائب بہت زیادہ ہوتے ہیں کبھی بیماری ہے اور کبھی غربت، کبھی عزت و مرتبے کا فقدان ہے اور کبھی ترقی کے بلند عہدہ پر فائز ہو کر ذلت و رسوائی ملتی ہے۔ اگر انسان کے سامنے آخرت کی دائمی زندگی کی آسائشوں کا تصور نہ ہو تو اس کی دنیا کی زندگی اجیرن ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت کی زندگی پر ایمان لانے کے بعد انسان کی دنیا کی زندگی خوش حال ہو جاتی ہے۔ ایک مومن جب اخروی زندگی کے تصور کو ذہن میں رکھتا ہے تو وہ دنیا کے مصائب و شدائد کو برداشت کرتا چلا جاتا ہے۔ اس لیے ایک نظام کا ہونا بہت ضروری ہے جو خطا سے پاک ہو اور انسانی عقل اس کا مقابلہ نہ کر سکے کیونکہ عقل کا دائرہ محدود ہے اور وہ مستقبل کے پوشیدہ خطرات کو معلوم نہیں کر سکتی (۳۵)۔

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیَ أُنزِلَ فِیهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾ (۳۶)۔

''رمضان کا وہ مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں ہدایت کے دلائل ہیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا۔''

اس آیت کی تفسیر میں شیخ المراغی لکھتے ہیں:

''یہ قرآن مجید وہ کتاب ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں نے روحانی زندگی گزاری تھی اور یہ روحانی زندگی روحانیت کی اعلیٰ مثال تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے قرآن مجید کی ہدایات کی روشنی میں بہت پاکیزہ زندگی بسر کی اور علم کے نور کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچا دیا۔ لوگوں نے اس علمی نور سے بہت فوائد حاصل کیے۔ پھر انہوں نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا تو اس انحراف و ترک کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر انہیں خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا۔ وہ ڈرنے لگ گے کہ لوگ انہیں اٹھا لیں گے۔ وہ زندگی گزارنے کی جملہ ضروریات ولوازمات میں دوسروں کے محتاج بن گے۔ جہالت میں اس تک پہنچ گئے ہیں کہ کہتے ہیں ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ بیکار ہے اور گھٹیا ہے اسے پھینک دینا چاہیے دوسروں کے پاس جو کچھ بھی ہے صرف وہ بہتر ہے۔ لہٰذا اسے پالینا چاہیے۔ ایسے لوگوں کے نزدیک زندگی صرف اس چیز کا نام ہے کہ ہر میدان میں غیروں (یعنی غیر مسلم اقوام) کے نقش قدم پر چلا جائے حتیٰ کہ ان کاموں میں بھی جو سرے سے شر اور فساد ہیں۔ اس طرح کے مسلمانوں نے اپنے آپ کو اسلام کے بدترین نمونہ کے طور پر پیش

کیا۔ان کی وجہ سے اسلام پر اعتراضات ہونے لگے۔ایسے مسلمانوں سے دین بری الذمہ ہے۔''

اسلام تو ایسے ماننے والوں کو پسند کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے کیے ہونے وعدوں کو پورا کرنے والے ہوں۔جو اپنی جان و مال کو جنت کے بدلہ میں فروحت کرنے والے ہوں، جو اللہ کی دھرتی پر اس کے نائب ہوں، جو زمین کے خفیہ خزانوں کو جاننے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔اور اسے اپنے فوائد کے لیے مسخر کرسکیں۔جو زمانے کی مصیبتوں اور مشکلوں کو برداشت کرنے والے ہوں۔جو دوستوں اور دشمنوں میں فرق کرنے والے ہوں اور یہ جاننے والے ہوں کہ دنیا کی زندگی واقعی عارضی ہے اور آخرت کی زندگی ہی بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے (۳۷)۔

قرآن مجید اور جدید علوم میں موافقت کا اسلوب:

شیخ المراغی نے قرآن مجید اور جدید علوم میں موافقت و یگانگت پیدا کرنے میں اعتدال کا اسلوب اعتبار کیا ہے۔ان کے نزدیک مسلمانوں کو قرآن مجید اور دیگر نقلی علوم کے ساتھ ساتھ کسی حد تک جدید علوم سے بھی واقف ہونا چاہیے۔کیونکہ اس واقفیت کے بغیر وہ دنیا میں دیگر قوموں کے شانہ بشانہ ترقی نہیں کرسکتے۔اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام تر صلاحتیں و کوششیں حصول علم میں لگادیں اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نعمتوں کا کھوج لگائیں اور ان سے استفادہ کریں۔اس طرح وہ دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے بہتر ہوجائیں گے۔قرآن مجید کو سمجھنے کا یہی اسلوب درست ہے (۳۸)۔چنانچہ وہ اپنے ایک تفسیری درس میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کی تفسیر کرنے والے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ عالم سماوی کی جملہ تفصیلات کو بیان کرے، یا اس کے ابعاد و اقدار اور اوزان کی تشریح کرے۔لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ عالم سماوی اور اس کے متعلق ضروری معلومات رکھتا ہو تاکہ وہ ان کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل دے سکے اور ان کی بنیاد پر دوسروں کو نصیحت کرسکے۔۔۔''(۳۹)۔

اس کے ساتھ ساتھ شیخ المراغی اس اسلوب تفسیر کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے جس کے ذریعہ سے مفسر قرآن آیت کو جدید علوم کی طرف کھینچ کرلے جائے یا جدید علوم کو کھینچ کر قرآنی آیت کی طرف لے آئے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ یہ مفسر قرآن مجید کی ''علمی تفسیر'' کر رہا ہے، جو جدید علم کے نظریات سے متفق و ہم آہنگ ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ المراغی نے تفسیر کے اس ''علمی اسلوب'' کو ناپسند کیا ہے اور ان لوگوں پر کھل کر تنقید کی ہے، ان کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے، چنانچہ اپنے بعض تفسیری دروس میں کہا ہے کہ:

''مسلمانوں کے ہاں عقائد اور فقہی مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ان کے ہاں ایک اور خطرناک مرض بھی پایا جاتا ہے وہ ہے ان کا فلسفہ کے فریب میں آجانا اور قرآن مجید کی اس لیے تاویل کرنا ہے تاکہ وہ فلسفہ کے

نظریات سے ہم آہنگ ہو جائے۔ نیز اس بات کی کوشش کرنا کہ توڑ مروڑ کر قرآنی آیات کو ایسے جدید علمی نظریات کے مطابق بنایا جائے جو ابھی تک پائیہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکے۔ ایسا کرنا قرآن مجید کے لیے خطرناک ہے کیونکہ فلاسفہ کے نظریات اوھام پر مبنی ہیں۔ یہ اوھام اس شخص کی باتوں کی طرح ہیں جو وہ بخار کی حالت میں کرجاتا ہے۔ اس نوعیت کے غیر مسلمہ فلسفیانہ نظریات کے ساتھ قرآن مجید کو ہم آہنگ کرنا کسی بھی صورت میں درست فعل نہیں ہے"(۴۰)۔

تفسیر کرنے میں آزادی رائے:

شیخ محمد مصطفیٰ المراغی قرآنی آیات کی تفسیر کرنے میں کسی خاص امام کی تقلید نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کسی مخصوص مسلک تک محدود رہنے کو ضروری سمجھتے تھے۔ دوسروں کے اقوال کو اختیار کرنے میں ان کا اسلوب یہ تھا کہ جب وہ کسی معین شخص کی رائے سے اچھی طرح مطمئن ہو جاتے تب اسے اختیار کرلیتے تھے۔ ورنہ جو بات انہیں زیادہ درست معلوم ہوتی اسے اختیار کرلیتے تھے،، ذیل میں ان کے اس تفسیری اسلوب کی معرفت کے لیے چند ایک مثالیں دلیلا پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (۴۱)۔"تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دنوں سے گنتی پوری کرے۔"

شیخ مراغی اس آیت کی تفسیر میں مقدار سفر کے متعلق مختلف علماء کے اقوال بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

الف۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ تین میل کا سفر طے کرنے کی صورت میں نماز قصر ادا کیا کرتے تھے۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں، امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح میں اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

ب۔ محدث ابن أبی شیبہؒ صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک میل کا سفر طے کرنے کی صورت میں نماز قصر ادا کیا کرتے تھے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں چونکہ سفر کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔ اور سفر کے تعین کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ اخبار آحاد ہیں۔ تعین سفر میں آئمہ متفق نہیں ہیں۔

اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مطلق سفر سے (بلا تحصیص) روزہ نہ رکھنے اور نماز قصر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ امام داؤد ظاہری اور کچھ دوسرے اماموں کی بھی یہی رائے ہے (۴۲)۔

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِى الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا

نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ﴾(۴۳)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں شیخ المراغی لکھتے ہیں:

''اس آیت میں سات کے عدد سے کثرت مراد ہے۔اسی طرح جس آیت میں جہنم کے ساتھ دروازوں کا ذکر ہے وہاں بھی خاص عدد مراد نہیں۔ جنت کے آٹھ دروازے ذکر کیے تاکہ جہنم کے مقابلہ میں جنت کی عظمت واضح ہو۔ اور یہ ظاہر ہو کہ جنت کے راستے جہنم کے راستوں سے زیادہ ہیں۔قرآن کریم میں سات آسمانوں اور سات زمینوں کا جو ذکر کیا گیا ہے وہاں بھی کثرت مراد ہے۔عربی زبان میں عام طور سے سات اور ستر کا عدد بول کر کثرت مراد لی جاتی ہے۔قرآن حکیم نے بھی اس محاورہ کو استعمال کیا ہے، مثلاً:

الف. ﴿إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴾(۴۴).

''اگر آپ ستر بار بھی ان (مشرکین) کے لیے معافی مانگیں تو اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔''

ب ﴿ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعاً فَاسْلُكُوهُ ﴾(۴۵).

''پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے۔اس کو جکڑ دو۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ زنجیر بہت طویل ہے۔خاص گنتی مقصود نہیں ہے(۴۶)۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُوماً لِّلشَّيَاطِينِ﴾(۴۷)

اس آیت کریمہ میں ﴿رُجُوماً لِّلشَّيَاطِينِ﴾ کے معنی کو شیخ المراغی نے یوں بیان کیا ہے:

''آسمان پر جو ستارے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے پہلے آسمان کو ستاروں سے آراستہ کیا۔انہیں مخصوص شکل وصورت دی اور ایک محکم نظام میں جکڑ دیا تاکہ ان لوگوں کے خلاف مضبوط دلائل کا کام دے سکیں، جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت کو نہیں مانتے۔﴿رُجُوماً لِّلشَّيَاطِينِ﴾ کا یہ مطلب بیان کرنے کے بعد انہیں پتہ چلا کہ یہ مفہوم بہت سی قرآنی آیات کے خلاف ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ شیطانوں پر آسمان سے انگارے برسائے جاتے ہیں، مثلاً: درج ذیل قرآنی آیات:

الف. ﴿إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ وَحِفْظاً مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَى وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ دُحُوراً وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴾(۴۸)

''ہم نے آراستہ کیا نچلے آسمان کو ستاروں سے اور بچاؤ کیا ہر شیطان سرکش سے۔سن نہیں سکتے اور کہ مجلس تک اور مار پڑتی ہے ان پر ہر طرف سے۔ بھگانے کو اور ان پر مار ہے ہمیشہ کے لیے۔مگر جو اچک لایا جھٹ سے پھر پیچھے لگا اس کے انگارا چمکتا ہوا۔''

ب۔ ﴿وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَساً شَدِيداً وَشُهُباً وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَاباً رَّصَداً﴾(۴۹)

''اور یہ کہ ہم نے ٹٹول دیکھا آسمان کو پھر پایا اس کو بھر ہوئے ہیں اس میں چوکیدار سخت اور انگارے۔ اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے۔ ٹھکانوں میں سننے کے لیے پھر پائے اپنے واسطے ایک انگارا گھات میں۔''

اس بنیاد پر شیخ المراغی لکھتے ہیں: اس قسم کی دوسری آیات بھی ہیں جو ہمارے بیان کردہ مفہوم کے خلاف ہیں۔ مگر ان کی تاویل ہمارے مقصد کو پورا کرنے کے لیے کی جاسکتی ہے۔۔۔(۵۰)۔

شیخ مراغی اس موضوع میں وارد شدہ تمام آیات کو کیسے اپنی رائے کے مطابق ڈھال سکتے ہیں (یا کیسے اپنے نظریات کے ساتھ ہم آہنگ کر سکتے ہیں)۔ حالانکہ یہ آیات واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ شیاطین آسمان کی جانب چڑھ کر چوری چھپے باتیں سنا کرتے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو شیطانوں کو ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔ اب ان میں سے جو بھی خفیہ طور پر ایسی باتیں سننے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر (پہلے کی طرح) آسمان سے انگارے پھینکے جاتے ہیں۔ جس سے اس کے خفیہ طور پر باتیں سننے کے عمل میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔(۵۱)

شیخ مراغی کے تفسیری دروس کے فوائد:

شیخ محمد مصطفیٰ المراغی نے جو تفسیری دروس (لیکچرز) دیئے ان سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے:

۱۔ مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی اور دین اسلام کے ساتھ ان کے لگاؤ میں بہت اضافہ ہوا۔

۲۔ قرآن مجید سے مسلمانوں کا تعلق مضبوط ہو گیا۔ انہوں نے اس کی تعلیمات سے اپنی زندگی کو مزین کرنا شروع کر دیا جس سے ان کی زندگی میں طہارت و پاکیزگی پیدا ہوئی اور وہ اخلاق حسنہ کا نمونہ بن گئے۔

۳۔ قرآن حکیم کی تفسیر کرنے والوں کو تفسیر کرنے کا ایک نیا انداز معلوم ہوا اور انہیں پتہ چل گیا کہ عوام کے فوائد کے لیے تفسیر کو کس طرح بیان کرنا چاہیے۔

۴۔ مفسرین نے اسرائیلی روایات اور غیر ضروری تاویلات سے اجتناب کرنا شروع کر دیا۔

۵۔ تفسیروں میں اسرائیلی روایات اور بعید قسم کی تاویلات نے قرآن مجید کے جلال و جمال کو نقصان پہنچا دیا تھا۔ غیر مسلم نے سمجھا کہ دین اسلام کی اصل شکل وصورت یہی ہے۔ شیخ مراغی نے اپنے اسباق کے ذریعہ قرآن مجید اور اسلام کو اپنے اصلی روپ میں غیر مسلموں نے سامنے پیش کیا اور وہ اس میں جاذبیت محسوس کرنے لگے۔(۵۲)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ شیخ محمد مصطفیٰ المراغی اور احمد مصطفیٰ المراغی دونوں سگے بھائی ہیں۔ یہاں زیر بحث شیخ محمد مصطفیٰ المراغی ہیں۔ جہاں تک احمد مصطفیٰ المراغی کا تعلق ہے تو یہ دارالعلوم قاہرہ میں استاد تھے۔ انہوں نے ۱۹۴۵ء میں قرآن مجید کی فلسفانہ انداز میں تفسیر لکھی۔ اس کا تیسرا ایڈیشن تیس جلدوں میں ۱۹۶۲ء میں سامنے آیا۔ ہر جلد دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا عنوان بھی "تفسیر المراغی" ہے۔ لیکن اس کے مقدمہ میں اس نام کی تصریح نہیں ہے۔ یہ تفسیر اصل میں دارالعلوم قاہرہ کے طلباء کے لیے لکھی گئی تھی جیسا کہ اس کے اسلوب اور مشتملات (Contents) سے ظاہر ہوتا ہے۔ (The Interpretation of the Quran in Modern Egypt, By J.J.G. Jansen, Chapt. five, p.77, foot note No.6, Leiden E.J.Brill, 1974).

۲۔ مراغہ ایک گاؤں کا نام ہے جو مصر میں صوبہ سہاج میں جرجا کے نزدیک واقع ہے۔ اس جگہ کی وجہ کی نسبت سے شیخ محمد مصطفیٰ مراغی کہلاتے ہیں۔ (Biographical dictionary of modern Egypt, by: Arthur Goldsehmidt, p.123, published by Lynne Rienner, 2000).

۳۔ دیکھئے: انور الجندی، تراجم الأعلام فی العالم الإسلامی، ص ۴۳۱، المکتبۃ المصریۃ بالقاہرۃ، ۱۹۷۰ء، ڈاکٹر محمد حسین الذہبی التفسیر و المفسرون، ج ۲، ۵۹۰، حاشیہ نمبر ا۔

4. Mustafa al-Maraghi from Encyclopedia of word Biography, Thomson Gale, 2005-2006.

۴الف۔ ایضاً۔

۵۔ تراجم الأعلام فی العالم الاسلامی، انور الجندی، محولہ بالا، ص ۴۳۰، The Interpretation of the Koran in Modern Egypt, p.77.

۶۔ دیکھئے: التفسیر والمفسرون، ج ۳، ص ۲۶۷۔

۷۔ التفسیر والمفسرون، ج ۲، ص ۵۹۰، ۵۹۱۔

۸۔ دیکھئے سابق حوالہ، ص ۵۹۰۔

9. Visit site:www.eng2all.com/vb/eng3/eng11901.

۱۰۔ التفسیر والمفسرون سابق حوالہ، ج ۲، ص ۵۹۱۔

۱۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سابق حوالہ، ص ۵۹۱، ۵۹۲، نیز دیکھئے: (The interpretation of the Koran in Modern Egypt, p.78).

۱۲۔ التفسیر والمفسرون، ج ۲، ص ۵۹۱ تا ۵۹۴، نیز دیکھئے: The Interpretation, p.78, foot note No. 12.

۱۳۔ ایضاً: ص ۵۹۴، حاشیہ نمبر ۳۔

۱۴۔ دیکھئے: سابق حوالہ، ص ۵۹۴۔

15. See: The interpretation of the Koran in Modern Egypt, ibid p.78.

۱۶۔ دیکھئے: التفسیر والمفسرون، ج ۲، ص ۵۹۴۔

۱۷۔ دیکھئے: سابق حوالہ ص ۵۹۵۔

۱۸۔ ایضاً۔ ۱۹۔ ایضاً ص ۵۹۵۔

۲۰۔ ایضاً، بحوالہ مقدمہ سورہ حدید از شیخ المراغی۔ ۲۱۔ ایضاً، ج۲، ص ۵۹۵۔

۲۲۔ دیکھئے: سابق حوالہ ص ۵۹۵۔ ۲۳۔ سورۃ آل عمران ۳: ۱۳۳

۲۴۔ سورۃ الزمر (۳۹): ۶۸۔

۲۵۔ شیخ محمد مصطفیٰ المراغی، الدروس الدینیۃ، ص ۲۱، مطبعۃ وزادۃ الاوقاف، ۱۹۳۸ء۔ یہ ۱۳۵۶ھ کے دروس میں سے ہے۔

۲۶۔ سورۃ البقرۃ (۲): ۱۸۳۔

۲۷۔ سابق حوالہ، ص ۶، مطبعۃ الأزہر، ۱۹۳۹ء، یہ ۱۳۵۷ھ کے دروس میں سے ہے۔

۲۸۔ سورۃ لقمان (۳۱): ۱۲۔ ۲۹۔ تفسیر سورۃ لقمان، ص ۱۸، مطبعۃ الأزہر، ۱۹۴۲ء۔

۳۰۔ ڈاکٹر جمیلہ شوکت، الشیخ المراغی اور ان کی تفسیری خدمات، در مجلّہ المعارف، ش ۳، ص ۳۵۔

۳۱۔ حدیث رمضان: ۴۶۔

۳۲۔ الدروس الدینیۃ، ص ۶، اس درس کا تعلق شیخ مراغی کے ۱۳۵۷ھ کے دیئے ہوئے دروس سے ہے۔

۳۳۔ سابق حوالہ، ص ۶، ۷، ۸۔ ۳۴۔ سورۃ الشوریٰ (۴۲): ۱۳۔

۳۵۔ الدروس الدینیۃ (۱۳۶۵ھ) ص ۳۴۔ ۳۶۔ سورۃ البقرۃ (۲): ۱۸۵۔

۳۷۔ الدروس الدینیۃ (جو ۱۳۵۷ھ میں دیئے گئے) ص ۱۵، ۱۶، مزید مثالوں کے لیے دیکھئے: تفسیر سورۃ الحدید آیت نمبر ۲۵، از شیخ المراغی، ص ۴۲، ۴۳، سورۃ النساء، آیت نمبر ۵۹، تفسیر سورۃ لقمان از شیخ المراغی، ص ۹، ۱۰، تفسیر سورۃ الحجرات، ص ۱۱۔

۳۸۔ دیکھئے: التفسیر والمفسرون، ج ۲، ص ۶۰۳، و مابعدھا، نیز دیکھئے: The interpretation, ibid, p78۔

۳۹۔ محمد مصطفیٰ المراغی، تفسیر سورۃ لقمان، ص ۱۳، ۱۴۔

۴۰۔ الدروس الدینیۃ (۱۳۵۶ھ)، ص ۴۲، مزید مثالوں کے لیے ملاحظہ کیجئے: سورۃ فصلت کی آیت نمبر ۱۱ کی تفسیر، سورۃ النجم کی آیت نمبر ۴۹ کی تفسیر، سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۵۱ کی تفسیر، سورۃ لقمان کی تفسیر از شیخ مراغی ص ۱۳، ۱۵۔

۴۱۔ سورۃ البقرۃ (۲): ۱۸۴۔ ۴۲۔ الدروس الدینیۃ (۱۳۵۷ھ)، ص ۱۱۔

۴۳۔ سورۃ القمان (۳۱): ۲۷۔ ۴۴۔ سورۃ التوبہ (۹): ۸۰

۴۵۔ سورۃ الحاقۃ (۶۹): ۲۳۔ ۴۶۔ تفسیر سورۃ لقمان از مراغی، ص ۳۶۔

۴۷۔ سورۃ الملک (۶۷): ۵۔ ۴۸۔ سورۃ الصافات (۳۷): ۶ تا ۱۰۔

۴۹۔ سورۃ الجن (۷۲): ۸، ۹۔ ۵۰۔ الدروس الدینیۃ، تفسیر سورۃ لقمان آیت نمبر ۲۷۔

س ۵۱۔ التفسیر والمفسرون، ج ۲، ص ۶۰۸۔

۵۲۔ دیکھئے: مقدمہ شیخ محمود شلتوت برائے تفسیر سورۃ الحجرات از شیخ المراغی، التفسیر والمفسرون، سابق حوالہ، ج ۲ ص ۶۰۹۔